تحقیق و تنقید

جناب عبدالرؤف ظفر
اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

معراج النبیؐ پر کیے گئے اعتراضات کا علمی جائزہ!

زیرِ نظر مضمون، آج سے تقریباً آٹھ نو ماہ قبل "پاکستان ٹائمز" میں چھپنے والے ایک مضمون "MAIRAJ-UN-NABI: MAN AT SPIRITUAL SUMMIT" کے جواب میں ہے، ——— مضمون کے آغاز میں "پاکستان ٹائمز" کے مذکورہ مضمون کا خلاصہ چند نکات کی صورت میں درج تھا جس کی ابتدائی سطور پڑھ کر ہی ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ چنانچہ ضرورت محسوس ہوئی کہ اصل مضمون کو منگوا کر اس کا مطالعہ کیا جائے تاکہ پوری ذمہ داری سے بات کی جا سکے۔ الحمد للہ یہ شمارہ دستیاب ہو گیا اور اس کو پڑھ کر ہم جس نتیجے پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ ایک انتہائی گستاخانہ مضمون ہے جس میں نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر رکیک حملے کیے گئے اور احادیثِ رسول اللہ کا مذاق اڑایا گیا ہے بلکہ اس کے ذریعے واقعۂ معراج سے متعلق عامۃ المسلمین کے اعتقادات پر بھی کاری ضرب لگائی گئی ہے ——— تعجب ہے کہ یہ اخبار، جس میں یہ مضمون چھپا ہے، ایک مسلمان ملک کا ممتاز روزنامہ ہے اور اس کے متعلقین بھی یقیناً اپنے آپ کو مسلمان ہی کہلواتے ہیں ——— اور مزید تعجب اس بات پر ہے کہ ملک کے دینی جرائد پر تو

سنسر کی پابندیاں برقرار ہیں، لیکن اخبارات اگر اس سے مستثنیٰ ہیں، تو یہ مضمون جو یقیناً لاکھوں کی تعداد میں چھپا، حکومت کے نوٹس میں نہ آیا اور نہ ہی اس پر کسی ردِ عمل کا اظہار ہو سکا ہے ——— آہ! "بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی تو یقیناً سچی ہے اور جس کے آثار بھی ظاہر ہیں، لیکن افسوسناک امر تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ آج ہمارے اس زمانہ میں لاکھوں، کروڑوں مسلمانوں کی موجودگی میں ہو رہا ہے ——— جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہماری دینی غیرت مر چکی؛ اسلام ہماری نظروں میں واقعی اجنبی ٹھہر چکا اور ہم اس کی تعلیمات کو یکسر فراموش کر چکے ہیں! ——— إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ!

جناب عبدالرؤف ظفر مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے دینی غیرت کا ثبوت دیتے ہوئے اس زہر کا تریاق مہیا کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے، جس نے لاکھوں مسلمانوں کے ذہنوں کو مسموم کرنے کی جسارت کی ہے ——— اور اس مضمون کو "محدث" کے صفحات میں شائع کر کے ہم بھی اپنے فریضہ سے سبکدوش ہوتے ہیں۔ فللہ الحمد!

(ادارہ)

---

۲۲ مئی ۱۹۸۲ء بمطابق ۲۷ رجب ۱۴۰۲ھ کے "پاکستان ٹائمز" میں شاکر رضوانی صاحب کا ایک مضمون بعنوان (معراج النبیؐ، انسان روحانی عظمت پر) شائع ہوا۔ صاحبِ مضمون نے لکھا ہے کہ (معراج کے سلسلہ میں) بیت المقدس تک کے سفر کا ذکر قرآنِ مجید میں ہے آسمانی سفر کا ذکر قرآنِ مجید میں نہیں ہے۔

آں حضرتؐ کا بیت المقدس تک کا روحانی سفر درست ہے۔ لیکن آسمانوں تک آپؐ کا تشریف لے جانا اسرائیلیات سے ماخوذ ہے اور یہود کی اختراع ہے۔ اس مضمون میں پورے واقعہ معراج النبیؐ کو احادیث میں اپنی مرضی سے ردوبدل کر کے درج کیا گیا ہے۔ پھر مختلف قسم کے اعتراضات کر کے واقعۂ معراج کو من گھڑت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ پورا مضمون تضادات کا مجموعہ ہے۔ معراج النبیؐ کو کہیں وہ افسانہ لکھتے ہیں، کہیں روحانی

واقعہ اور کوئی خواب کا واقعہ بتاتے ہیں۔ہم ان کے مضمون کا خلاصہ ، درج ذیل نکات میں سمیٹتے ہیں ، اور بعد میں ان کا تجزیہ کریں گے۔

۱۔ معراج کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل میں اسراء کے ذکر کے ساتھ نہیں ہے۔ لہٰذا قرآنِ مجید سے معلوم ہوا کہ آسمانی معراج کا پورا واقعہ ایک افسانہ ہے۔

۲۔ معراج جیسے غیر معمولی واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں لازماً ہونا چاہیے تھا۔ اس کی تفصیلات نہ جزئیات نہ سہی، اہم نکات ہی درج ہوتے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ کلام پاک میں لفظ معراج ہی نہیں ہے۔

۳۔ بیت المقدس تک کا سفر بھی ایک رُوحانی سفر تھا، جسمانی نہیں۔ جیسا کہ اسی سورۂ بنی اسرائیل کی آیت "وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ" "اور ہم نے جو منظر آپ کو دکھایا تھا اُسے ہم نے لوگوں کی آزمائش کا سبب بنا دیا" (ترجمہ ماجدی) سے معلوم ہوتا ہے۔

۴۔ آسمانی سفر کا ذکر آں حضرتؐ کی وفات کے تقریباً سو سال بعد سیرت ابن اسحاق میں ملتا ہے۔ بعد ازاں ۲۰۰ یا ۳۰۰ سال بعد مدوّن ہونے والی کتبِ احادیث میں ہے۔ سیرت ابنِ اسحاق میں اس واقعہ کو وضعی ثابت کرنے والی ایک روایت زیاد بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جب آں حضرتؐ بیت اللہ سے بیت المقدس گئے تو اس وقت قبیلۂ قریش اور دیگر قبائل میں اسلام پھیل چکا تھا، حالانکہ ایسا نہیں تھا۔

۵۔ روایات میں آں حضرتؐ کو فرشتے کا ٹھوکر مار کر اٹھانا نہایت ہتک آمیز ہے جس کا تصور ہی محال ہے۔

۶۔ تاریخ معراج میں اختلاف ہے۔ بعض اس کو ۲۷ رجب بتاتے ہیں، بعض اسراء اور معراج کو دو الگ الگ واقعات بتاتے ہیں۔ پہلا ۱۷ ربیع الاول کو، دوسرا ۱۷ رمضان المبارک کو۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ معراج کئی دفعہ ہوا۔ یہ مختلف فیہ روایات اس بات کی شاہد ہیں کہ یہ واقعہ ہی من گھڑت ہے۔

۷۔ آں حضرتؐ کے مقامِ اسراء اور وقتِ اسراء میں بھی اختلاف ہے۔ بعض روایات میں ہے، آپؐ گھر پر بستر میں تشریف فرما تھے۔ بعض میں ہے، آپؐ صحنِ کعبہ میں تھے اور بعض میں ہے کہ حرم کی دیوار پر تھے۔

آنحضرتؐ کا شقِ صدر مشکوٰۃ المصابیح کے مطابق اسراء سے تھوڑی دیر قبل کا واقعہ ہے جبکہ دیگر روایات شقِ صدر کو بچپن کا واقعہ بتاتی ہیں۔

۹۔ مسجدِ اقصیٰ کے اصل مقام کا کسی کو علم نہیں۔ اس نام کی مسجد معراج کے وقت یروشلم میں موجود نہیں تھی۔ اس مسجد کو آنحضرتؐ کی وفات کے ۸ سال بعد حضرت عمر فاروقؓ نے تعمیر کیا تھا۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ مسجدِ نبویؐ ہی دراصل مسجدِ اقصیٰ ہے۔ بعض مسجدِ اقصیٰ کا مقام جنت قرار دیتے ہیں۔ اس صورت میں یروشلم تک کے جسمانی سفر کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ سیدھا آسمانی سفر ہوا اور وہ بھی روحانی طور پر۔

۱۰۔ احادیثِ رسولؐ سے واقعۂ معراج کو بیان کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی۔ سات ہزار فرشتے اترتے اور غائب ہوتے ہوئے نظر آئے۔ خدا تعالیٰ نے آپؐ سے تقریباً ستر ہزار باتیں کیں۔ ان باتوں میں پانچ نمازوں تک پچاس کو محدود کر کے ایک دن میں ادا کرنا مذکور ہے۔ مسلم شریف کی ایک روایت اس طرح بیان کی گئی ہے: "ابن شہاب ابوذر سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، پانچ یا پچاس برابر ہیں۔ خدا تعالیٰ جو ایک دفعہ کہہ دے بدلتا نہیں ہے۔"

۱۱۔ معراج النبیؐ کو خواب کا واقعہ ثابت کرنے کے لیے دو احادیث سے استشہاد کیا گیا ہے۔

ا۔ بخاری شریف میں ہے: "آنحضرتؐ نے فرمایا کوئی ایسی چیز نہیں جو میں نے نماز میں اس جگہ نہ دیکھی ہو، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ بھی دیکھے۔"

ب۔ ترمذی میں ہے: "میں رات کو جاگا، نماز پڑھی، پھر غیر متوقع طور پر اللہ تعالیٰ کو خوبصورت شکل میں دیکھا۔ اس کی انگلیوں کا احساس میرے کندھوں کے درمیان ہوا اور اس کے چھونے کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی۔"

۱۲۔ آسمانی معراج کی روایات کے مطابق آنحضرتؐ نے ایک عام آدمی کی سمجھ (COMM-ENSENSE) سے بھی کام نہ لیا کہ ایک دن میں پچاس نمازوں پر کیسے ہاں کر لی؟ جبکہ ایک نماز پر کم از کم بیس منٹ صرف ہوتے ہیں، حضرت موسیٰؑ کے مشورہ پر کان دھرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس طرح تو ثابت ہوتا ہے موسیٰؑ آپؐ سے زیادہ سوجھ بوجھ کے مالک تھے۔

۱۳۔ قرآنِ مجید میں کسی جگہ نمازوں کے وقت کے تعین کا ذکر نہیں ہے۔ صرف سورج کے طلوع و غروب سے اشارہ کیا گیا اور وہ بھی سورۃ الاسراء کی بجائے دیگر سورتوں میں ہے۔

نماز کا تعلق واقعۂ معراج سے ہوتا تو سورۂ بنی اسرائیل میں اس کا تذکرہ ہوتا۔

۱۴۔ پورا واقعۂ معراج یہود کی اختراع ہے، وہ آں حضرتؐ کو یہودی پیغمبر کا محتاج ثابت کرنا چاہتے تھے اور ان کے مشن کا مذاق اڑا کر ان کی توہین کرنا چاہتے تھے اور یہ مقصد انہوں نے معراج جیسے واقعہ کو گھڑ کر حاصل کر لیا (وغیرہ)

ان تمام اعتراضات کا جواب لکھنے سے قبل چند اہم باتیں درج کی جاتی ہیں جن کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ وحی کی دو قسمیں ہیں۔ وحی کی ایک قسم وہ ہے جس کے الفاظ اور معانی دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں، اس کا نام قرآنِ مجید ہے:

"إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا" (الدھر ۲۳)

"ہم نے آپ پر قرآن مجید نازل فرمایا ہے!"

دوسری وحی کی قسم وہ ہے جس کے معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ لیکن آں حضرتؐ ان معانی الٰہی کو اپنے الفاظ کا جامہ پہنا دیتے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى!" (النجم ۳، ۴)

"وہ اپنی نفسانی خواہشوں سے باتیں نہیں بناتے، ان کا کلام تو تمام تر وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔"

اس دوسری قسم کی وحی کو حدیثِ رسولؐ کہتے ہیں۔

۲۔ قرآن فہمی کے لیے ضروری ہے کہ عربی زبان پر عبور حاصل ہو۔ قرآنِ مجید کے سیاق و سباق کا علم ہو، حدیثِ رسولؐ گہری نظر ہو۔ آثارِ صحابہؓ اور تابعین کا جاننا بھی ضروری ہے۔ قدیم تفاسیر۔ تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، تفسیر فتح القدیر، تفسیر خازن، تفسیر روح المعانی، فتح البیان اور مستند کتبِ تاریخ البدایہ والنہایہ وغیرہ کو مدِنظر رکھا جائے، اردو دان حضرات کے لیے تفسیر ثنائی، تفسیر بیان القرآن، تفہیم القرآن اور معارف القرآن بہت مفید ہیں۔ قرآنِ مجید کو سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے لو لگانا بھی ضروری ہے۔

بقول علامہ اقبالؒ ~~ ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف

۲۔ قرآنِ مجید کے کلامِ خدا ہونے کا علم ہی ہمیں زبانِ رسولؐ سے ہوا ہے۔ احادیثِ رسول اللہ کو الگ کر کے قرآنِ مجید سمجھ میں نہیں آسکتا۔ صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ اور دیگر کئی اصطلاحاتِ قرآن کی تشریح بھی احادیث کے بغیر ناممکن ہے۔ قرآنِ مجید نے حدیثِ رسولؐ کی حجیت پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔

آیاتِ قرآنی ملاحظہ ہوں:

"وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ" (النحل ۴۴)

"ہم نے آپ پر ایک ذکر اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں پر اسے وضاحت سے بیان فرمادیں جو ان کی طرف بھیجا گیا ہے!"

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (الاحزاب ۲۱)

"تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات ایک عمدہ نمونہ ہے"

"وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" (الحشر)

"رسول اللہ تمہیں جو کچھ دیں لے لو اور جس سے وہ تمہیں روک دیں رک جاؤ!"

نزولِ قرآنِ مجید کے زمانہ میں لفظ "ظلم" کے معنی صحابہ کرامؓ کی سمجھ میں نہیں آتے تھے آنحضرتؐ کے بتانے پر انہیں معلوم ہوا کہ یہاں پر خدا تعالیٰ نے ظلم سے شرک مراد لیا ہے (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۶۶)

جب کوئی آدمی خدا تعالیٰ کے کلام کی شرح اپنی مرضی سے کرنا چاہتا ہے تو ہدایت کی بجائے گمراہی پھیلتی ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کے قریب جانے سے روک دیا تو شیطان نے اس کلامِ الٰہی کی یہ تفسیر بیان کی:

"وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ" (الاعراف ۲۰)

"شیطان کہنے لگا تمہارے رب نے تمہیں اس درخت سے محض اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ"

پھر جو کچھ ہوا ہمارے سامنے ہے۔

حلت و حرمت کا معاملہ بھی حدیثِ رسول اللہ سے ہی حل ہوتا ہے، قرآنِ مجید میں ہے:

"حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ" (المائدۃ ۳)

"تم پر حرام کیے گئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جو جانور غیر اللہ

کے لیے نامزد کر دیے گئے ہوں"۔

اس قرآنی آیت کو سامنے رکھ کر اگر کوئی مکڑی اور مچھلی کو حرام قرار دے دے تو پوری امت کی رائے اس کے خلاف ہو گی کیونکہ آں حضرتؐ نے اس عام حکم کو مخصوص فرما دیا، فرمایا:

"أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ، فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ وَأَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ" (ابن ماجہ ج ۲ ص ۳۱۳)

"ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں۔ مردار تو مچھلی اور مکڑی ہیں، خون کلیجہ اور تلی ہیں"

نکاح میں لی جانے والی عورتوں کی حرمت کا ذکر قرآنِ مجید نے فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ بروایت ابو ہریرہؓ یہ بھی فرمایا:

"لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا"

(بخاری ج ۲ ص ۷۶۶)

"عورت کو اس کی پھوپھی کے ساتھ نکاح میں اکٹھا نہ رکھا جائے اور نہ ہی خالہ اور بھانجی کو اکٹھا رکھا جائے"

ان مثالوں کے علاوہ کئی مقامات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید اور احادیثِ رسول اللہ لازم و ملزوم ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:

"لَوْلَا السُّنَّةُ مَا فَهِمَ أَحَدٌ مِّنَّا الْقُرْآنَ" (قواعد التحدیث بحوالہ مقدمۃ المیزان للشعرانی ص ۶۲)

کہ "اگر سنتِ رسولؐ نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی بھی قرآن مجید نہ سمجھ سکتا"

احادیثِ رسولؐ کی حیثیت عام کتبِ تاریخ کی نہیں بلکہ یہ بھی قرآن مجید کی طرح محفوظ و مصئون ہیں۔ کتابتِ حدیث آں حضرتؐ کے زریں دور سے شروع ہو گئی تھی چنانچہ ایک انصاری کے پوچھنے پر جو بھول جاتا ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"اِسْتَعِنْ بِيَمِينِكَ وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ الْخَطَّ" (جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۰۷)

"اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو، آپؐ نے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا"

اسی طرح حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن عاص کو قریش نے آں حضرتؐ کی ہر بات لکھنے سے منع کیا کہ بعض اوقات آپؐ غصہ کی حالت میں ہوتے ہیں۔ آں حضرتؐ کے سامنے یہ معاملہ پیش

ہوا تو آپؐ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

"اُكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ" (سنن ابوداؤد ص۵۱۴)

"لکھو! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس زبان سے صرف حق ہی نکلتا ہے۔"

اسی طرح حرم کی حرمت کے متعلق آں حضرتؐ نے خطبہ دیا تو یمن کے ایک شخص نے عرض کیا، کہ مجھے یہ خطبہ لکھ دیں تو آں حضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

"اُكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ" (بخاری ج ۱ ص ۲۲)

"ابو شاہ کو لکھ دو!"

اس سے معلوم ہوا کہ تمام احادیثِ رسولؐ کو آں حضرتؐ سے صحابہ کرامؓ لکھ لیتے تھے بلکہ ایک روایت میں یہ بھی ہے: حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں لکھ کر آں حضرتؐ سے نظرِ ثانی بھی کرا لیتا تھا۔" (مستدرک حاکم)

آں حضرتؐ کے بعد صحابہ کرامؓ پوری تحقیق سے بیان فرماتے، پھر محدثین نے جہاں سے احادیث کو درج کیا وہاں سے آں حضرتؐ تک راویوں کی پوری سند چھان پھٹک کر لکھی، ان کے حالاتِ زندگی لکھے گئے۔ سند کے بغیر کسی چیز کو قبول نہیں کیا۔

امام سفیان ثوری کا قول ہے:

"اَلْإِسْنَادُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ سِلَاحٌ فَبِأَيِّ شَيْءٍ يُقَاتِلُ" (حاکم، المدخل فی الحدیث ص۵)

"سند مومن کا ہتھیار ہے، اگر ہتھیار ساتھ نہ ہو تو کس چیز سے لڑے گا؟"

امام عبداللہ بن مبارک کا قول ہے:

"اَلْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ وَلَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ"

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲)

"اسناد دین سے ہیں، اگر سندیں نہ ہوتیں تو جس شخص کے جو جی میں آتا، کہہ دیتا۔"

"وَالْإِسْنَادُ حِكَايَةُ طَرِيقِ الْمَتْنِ" (ابن حجر شرح نخبۃ الفکر ص۹)

"اسناد متن کے طرق کے بیان کو کہتے ہیں۔"

چنانچہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے شب و روز ہمارے سامنے ہیں، محدثین نے اس کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ چنانچہ صرف بخاری شریف کو امام بخاری ؒ نے ۱۶ سال میں مرتب کیا۔ ہر حدیث کو درج کرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی۔ (مقدمہ صحیح بخاری ص۳)

محدثین نے علمِ جرح و تعدیل پر مبسوط کتابیں قلمبند کیں جن کی گواہی غیر مسلم بھی دیتے ہیں (میزان الاعتدال، لسان المیزان، تقریب التہذیب، تہذیب التہذیب اور تذکرۃ الحفاظ مشتِ نمونہ از خروارے ہیں۔ مولانا حالی ؒ نے ان محدثین کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:[۵]

گروہ ایک جویا تھا علمِ نبی کا لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا!
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذبِ خفی کا کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا!
کئے جرح و تعدیل کے وضع قانون نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں
اسی دھن میں آساں کیا ہر سفر کو اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو،
سنا خازنِ علم دیں جس بشر کو لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو
پھر آپ اسکو پرکھا کسوٹی پہ رکھ کر دیا اور کو خود مزا اس کا چکھ کر
کیا فاش راوی میں جو عیب پایا، مناقب کو چھانا، مثالب کو تایا!
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
طلسمِ ورع ہر مقدس کا توڑا نہ ملا کو چھوڑا، نہ صوفی کو چھوڑا
رجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر گواہ ان کی آزادگی کے ہیں یکسر
نہ تھا اُن کا احسان یہ اک اہلِ دیں پر وہ تھے ان میں ہر قوم و ملت کے رہبر

(مسدس حالی)

جب تک مندرجہ بالا چیزوں پر پوری نظر نہ ہو، احادیثِ رسول اللہ پر قلم اٹھا کر ٹھوکریں کھانے کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہو گا۔

۴۔ محدثین نے کتبِ احادیث کی درجہ بندی کی ہے جس طرح دیگر علوم میں ماہرین کے درجات ہوتے ہیں اسی طرح محدثین بھی اپنے ورع و تقویٰ کے لحاظ سے مختلف مقام رکھتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ اور دیگر محدثین نے کتبِ احادیث کے پانچ طبقات شمار کیے ہیں پہلے نمبر پر بخاری اور مسلم ہیں۔ پھر دوسرے نمبر پہ دیگر کتب صحاح ستہ ہیں۔ اسی طرح پھر تیسرا، چوتھا اور پانچواں طبقہ ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۳۲، مقدمہ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی،[۲۹]

العجالۃ النافعہ صہ ۲۲)

کسی بھی حدیث کو دیکھنے کے لیے اس ترتیب کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ پھر ان کتابوں میں بھی حدیث کے سیاق وسباق سے الگ پڑھنے کا وہی نتیجہ ہو گا جو آیت " لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکَارٰی۔" (النساء ۴۳) "اے ایمان والو نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو" کو سیاق وسباقِ قرآن سے الگ کر کے پڑھنے سے نکلے گا۔

۵۔ قرآن مجید کے حقائق یا احادیثِ رسول اللہ کی تصدیق اگر کسی پہلی کتاب سے ہو جائے تو اس سے ان کی صداقت پر مہرِ تصدیق ثبت ہوتی ہے نہ کہ یہ ان کی تکذیب کا باعث ہے۔ تورات اور انجیل کی تحریف کے باوجود ان میں آں حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کی صفتوں کا ذکر موجود ہے؛

"ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ۔" (الفتح ۲۹)

"ان کے یہ اوصاف تورات میں بھی مذکور ہیں اور انجیل میں بھی۔"

ان کتابوں میں ذکر ہونے والی کوئی چیز قرآن وحدیث میں ہو تو ہم اس کا انکار نہیں کریں گے بلکہ اس کی تصدیق مزید ہو گی۔ کیونکہ قرآنِ مجید تو " مُھَیْمِنًا عَلَیْہِ "[1] (ان پر محافظ ہے) اسی طرح آں حضرتؐ کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:

"یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ۔" (المائدۃ ۱۵)

"اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے (یہ) رسول آئے ہیں تاکہ تمہارے سامنے کتابِ الٰہی کے وہ مضامین کثرت سے کھول دیں جن کو تم چھپاتے رہے ہو۔"

۶۔ قرآنِ مجید کتابِ ہدایت ہے، اس کا مقصد واقعات کو تسلسل کے ساتھ بیان کرنا نہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک چیز کو مختلف مقامات پر مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے لیکن ہر جگہ مقصدِ ہدایت کا نیا نکتہ ہے۔ آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا ذکر قرآنِ مجید میں کئی جگہ ہے، لیکن ہر جگہ انداز الگ الگ ہے۔ نماز کا ذکر کئی جگہ آتا ہے، کہیں "یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ"[2] (وہ نماز قائم کرتے ہیں) کہیں "مُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ"[3] (نماز کے پابند) کہیں "اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ"[4] (انہوں نے نماز کی پابندی کی) کہیں "وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ"[5] (اور نماز کی پابندی رکھو) کہیں پر "حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ"[6] (نمازوں کی حفاظت کرو) اور کہیں "ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ"[7]

۱؎ المائدۃ: ۴۸ ۲؎ البقرۃ ۳، ۳؎ النساء: ۱۶۲ ۴؎ البقرۃ: ۲۷۷ ۵؎ البقرۃ ۱۱۰ ۶؎ البقرۃ ۲۳۸ ۷؎ المومنون ۲

(وہ اپنی نمازوں میں خشوع رکھنے والے ہیں) کے الفاظ ہیں۔ نماز سے متعلق دیگر چیزوں کا ذکر دوسری مختلف جگہوں پر ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ، حج اور دیگر چیزوں کے احکام ایک جگہ پر مکمل نہیں۔ بعض مقامات پر واقعات مجمل ہیں بعض پر مفصل ہیں۔ "وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ" (المؤمن ۳۴) "تمہارے پاس پہلے یوسف علیہ السلام آئے تھے" پڑھ کر ذہن خود بخود سورۂ یوسف کی طرف گھوم جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کسی کا پابند نہیں کہ وہ ایک ہی جگہ پر سب کچھ بیان کرتا۔ مختلف سورتوں کی مختلف آیتیں مختلف مواقع پر نازل ہوتیں۔ آں حضرتؐ کاتبینِ وحی کو بتلاتے کہ ان آیتوں کو فلاں سورۃ میں، ان آیتوں کے بعد درج کرو۔ حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ بعض اوقات متعدد سورتوں کی آیات بیک وقت نازل ہوتیں تو آنحضرتؐ کسی کاتب کو بلا کر فرماتے:

"ضَعُوا هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ فِي السُّوْرَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا"

(بحوالہ تاریخ القرآن صـ۴۴ از عبداللہ سلیم دار الحدیث راجووال)

"ان آیات کو فلاں فلاں سورت میں فلاں فلاں جگہ لکھو"

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آں حضرتؐ فرماتے ہیں:

"ضَعُوا هٰذِهِ السُّوْرَةَ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُذْكَرُ فِيْهِ كَذَا وَكَذَا"

(مناهل العرفان في علوم القرآن ج ۱ ص ۲۴۰)

"اس سورت کو اس جگہ رکھو جہاں اس اس طرح سے ذکر ہے"

مسند امام احمد میں حضرت عثمانؓ بن ابی العاص سے مروی ہے، آں حضرتؐ نے فرمایا:

"أَتَانِي جِبْرِيْلُ فَأَمَرَنِي أَنْ أَضَعَ هٰذِهِ الْآيَةَ بِهٰذَا الْمَوْضِعِ مِنْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ" (مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۸)

میرے پاس جبرائیلؑ آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ اس آیت کو، جو فلاں موضوع سے متعلق ہے، اس سورۃ میں رکھو۔ یعنی آیت "إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ" کو۔

بعض سورتیں مکی ہیں لیکن ان کی بعض آیات مدنی ہیں۔ مثلاً سورۃ اعراف مکی ہے، لیکن آیت "وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ" مدنی ہے۔ اسی طرح بعض مدنی سورتوں کی کچھ آیات مکی ہیں۔ سورہ حج مدنی ہے لیکن چار آیات "وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُوْلٍ وَلَا نَبِيٍّ" سے لے کر "عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ" تک مکی ہیں۔ (مناہل العرفان ج ۱ ص ۱۹۲)

اسی طرح مکی سورۃ "اسراء" کی آیت نمبر ۷۶ تا ۸۰ مدنی ہیں۔ اسی طرح واقعات کا اجمال اور تفصیل بھی خلافِ عقل نہیں۔ ہم عام زندگی میں بعض اوقات واقعات کو بیان کرتے ہوئے ان کی جزئیات کو حذف کر دیتے ہیں اور بعض اوقات انہیں شرح و بسط سے بیان کرتے ہیں۔

۷۔ قرآنِ مجید کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صریحاً نبی کریم کو ایسے احکامات بھی دیے ہیں جو قرآن کے علاوہ ہیں۔ سورۃ اعراف میں ہے "یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ" (آیت ۱۵۷)

"وہ ان کو معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے روکتا ہے، ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے اور ان پر سے بوجھ اور بندھن اتارتا ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صرف قرآن کا حلال یا حرام کردہ ہی حلال و حرام نہیں بلکہ جس چیز کو آں حضرت ؐ نے حرام یا حلال قرار دیا، یا اس سے منع کیا، یا اس کا حکم دیا ہے وہ بھی قانونِ خداوندی ہے۔ اس کی مثال مکڑی اور مچھلی کی حلت اور پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی کا ایک ہی نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت ہے جس کے متعلق حدیثِ نبویؐ کی طرف ہی رجوع کرنا پڑتا ہے۔

خود آں حضرت ؐ نے بھی ارشاد فرمایا:

"اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ" (مشکوٰۃ ص ۲۹)

"خبردار! مجھے قرآنِ مجید اور اس کی مثل اس کے ساتھ دیا گیا ہے!"

سورۃ الحشر میں اس کی صراحت یوں کی گئی:

"وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ!" (الحشر)

"جو رسول تمہیں دے دیں اُسے لے لو اور جن چیزوں سے منع فرمائیں، ان سے رُک جاؤ اور اللہ سے ڈرو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

ان دونوں آیتوں میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، یہاں امر و نہی کو رسول اللہ کا فعل قرار دیا گیا ہے۔ خود قرآن مجید کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت ؐ پر قرآنِ مجید کے علاوہ بھی وحی نازل ہوتی تھی۔ یہاں پر وہ آیات درج کی جاتی ہیں جن سے اس بات کا ثبوت

ملتا ہے:

۱۔ "وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ" (البقرہ ۱۴۳)

"ہم نے وُہ قبلہ جس پر آپ اب تک تھے، اس لیے مقرر کیا تھا تاکہ یہ دیکھیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے!"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا قبلہ بھی خدا تعالیٰ کا مقرر کیا ہُوا تھا، لیکن قرآنِ مجید میں یہ آیت کسی جگہ موجود نہیں جس میں اس قبلے کی طرف منہ کرنے کا ابتدائی حکم دیا گیا ہو جو اس آیت کا واضح ثبوت ہے کہ حضورؐ کو ایسے احکامات بھی ملتے تھے جو قرآن مجید میں مذکور نہیں ہیں:

۲۔ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ۔

(التحریم ۳)

"اب جب نبیؐ نے اپنی ایک بیوی سے راز کی بات کہہ دی اور اس بیوی نے اس کی (دوسروں کو) خبر دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کو اس پر مطلع کر دیا، تو نبیؐ نے اس بیوی کو اس کے قصور کا ایک حصہ تو جتا دیا اور دوسرے حصے سے درگزر فرمایا۔ پس جب نبیؐ نے اس بیوی کو اس کا قصور بتایا تو اس نے پُوچھا، "آپ کو کس نے اس کی خبر دی؟" نبیؐ نے کہا، "مجھے علیم و خبیر خُدا نے اس کی اطلاع دی ہے!"

قرآنِ مجید کی وُہ کونسی آیت ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آں حضرتؐ کو یہ اطلاع دی تھی کہ آپؐ کی زوجہ محترمہ نے آپ کا راز دوسروں پر آشکارا کر دیا ہے؟ ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی آں حضرتؐ پر خدا تعالیٰ کے پیغامات آتے رہے ہیں۔

(باقی)